سنہ ۶ بعد بعثت سے سنہ ۱۰ بعد بعثت تک

(۳)

سفرِ طائف | اس ضمنی، مگر موقع کے لحاظ سے ضروری بحث کے بعد اب ہم پھر سلسلۂ واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اپنے خانگی معاملات سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ابن سعد و بَلاذری شوال سنہ ۱۰ بعد بعثت کے آخر میں طائف کا رُخ کیا جو مکہ سے ۵۰ میل شرقاً واقع ہے۔ اس سفر کا سبب یہ تھا کہ قریش کی اذیت رسانیوں سے آپ تنگ آگئے تھے۔ اُن کی شدید مخالفت و مزاحمت دیکھ کر یہ اُمید نہیں رہی تھی کہ یہ لوگ دعوتِ حق کو قبول کرنا تو درکنار، اُسے جاری رکھنے کی بھی کوئی گنجائش آپ کے لیے باقی رہنے دیں گے۔ اس لیے آپ چاہتے تھے کہ طائف کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، اور وہاں کے طاقت ور قبیلے، بنی ثَقیف کو کم از کم اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ آپ کو اپنے ہاں پناہ دے اور دعوتِ اسلامی کے کام میں آپ کی مدد اور حمایت کرے۔ ابن سعد نے جُبَیرؓ بن مُطْعِم بن عَدِی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس سفر میں آپؐ کے ساتھ حضرت زیدؓ بن حارثہ گئے تھے۔ یہی ابن قُتَیبہ اور بَلاذُری کا بھی بیان ہے۔ لیکن موسیٰ بن عُقبہ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ تنہا تشریف لے گئے تھے۔ یہ سفر آپ نے پیدل کیا، کوئی سواری آپ کو میسر نہ تھی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہاں آپ دس دن ٹھیرے۔ مگر حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ بیس[۲۰] دن تک آپ طائف کے دوسرے لوگوں سے ملتے رہے اور دس دن عبدِ یالیل سے ملنے کے بعد ٹھیرے۔ ابن قتیبہ نے بھی طائف کے قیام کی مدت ایک مہینہ بتائی ہے۔

اہلِ طائف کا آپ پر ظلمِ عظیم | ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ طائف کی سرداری اس وقت عَمرو بن عُمیر بن عَوف کے تین لڑکوں، عبدِ یالیل، مسعود اور حَبیب کے ہاتھ میں تھی، جن میں سے ایک کے گھر میں قریش کی ایک عورت صَفِیّہ بنت مَعْمَر جُمَحی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے، ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ اسلام کے کام میں میری مدد کریں اور میری قوم

کے جو لوگ میری مخالفت کر رہے ہیں اُن کے مقابلے میں آپ لوگ میری حمایت کریں۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا کہ "میں کعبے کے پردے نوچ ڈالوں گا اگر اللہ نے تم کو رسول بنایا ہے"۔ دوسرے نے کہا "کیا خدا کو تمھارے سوا کوئی رسول بنانے کے لیے نہیں ملا؟" تیسرے نے کہا "میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو تم اس سے بزرگ تر ہو کہ میں تمہاری بات کا جواب دوں۔ اور اگر تم اللہ کا نام لے کر جھوٹ بول رہے ہو تو اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے"۔ یہ جواب سُن کر حضورؐ اُٹھ گئے اور آپ کو اُن سے کسی بھلائی کی توقع باقی نہیں رہی۔ چلتے ہوئے آپ نے ان سے کہا کہ "خیر، جو کچھ بتاؤ تم نے مجھ سے کیا سو کیا، مگر کم از کم اتنا کرو کہ میری بات کو مخفی رکھو"۔ یہ بات آپ نے اس لیے فرمائی کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ اگر قریش تک یہ خبر پہنچے گی تو وہ اور جری ہو جائیں گے۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور اپنے لُچّوں لفنگوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف ہُشکار دیا، اور وہ آپ کو گالیاں دینے اور آپ پر آوازے کسنے لگے، یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ کو ایک باغ کی دیوار تک پہنچا کر چھوڑا جو عُتْبَہ بن رَبِیعہ اور شَیْبَہ بن رَبِیعہ کا تھا۔

واقدی سے ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ آپ ثَقِیف کے اشراف و رؤسا میں سے ایک ایک کے پاس گئے مگر کسی نے آپ کی بات نہ مانی۔ بلکہ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ اُن کے نوجوانوں کو "بگاڑ" نہ دیں، اس لیے انہوں نے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ اور زمین میں تمہارے جو دوست بھی ہوں، اُن سے جا ملو"۔ پھر انہوں نے اپنے اَوباشوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف اُکسایا اور انہوں نے آپ کو گالیاں دیں، اور شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے تاک تاک کر آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارے۔ راستے کے دونوں جانب وہ صفیں بنائے کھڑے تھے، اور جیسے جیسے آپ قدم اُٹھا کر چلتے جاتے تھے، وہ سنگ باری کرتے جاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ چوٹوں کی تکلیف سے جب آپ بیٹھ جاتے تو وہ آپ کو کھڑا کر دیتے تاکہ آپ پر پھر پتھر برسائیں۔ چنانچہ جب آپ مجبوراً چلنا شروع کرتے تو وہ پتھر مارتے اور ٹھٹھے لگاتے تھے۔ واقدی کی روایت ابن سعد نے نقل کی ہے کہ اس موقع پر حضرت زیدؓ بن حارثہ آپ کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود پتھروں کی بارش اپنے اوپر لیتے رہے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا۔

حضورؐ کی رقت انگیز دُعا | آخر کار حضورؐ جب طائف سے نکل گئے، اور وہ بدمعاش لوگ جو آپ کا تعاقب کر رہے تھے واپس ہو گئے تو آپ زخموں سے چور عُتْبَہ اور شَیْبَہ کے باغ کی دیوار سے لگ کر انگور کی ایک بیل

کے سایے میں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے اپنے رب کی طرف رجوع کرکے دُعا کی جس کے یہ رقت انگیز الفاظ طبرانی نے کتاب الدعاء اور مُعجم کبیر میں، ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے سیرت میں، طبری نے تاریخ میں، ابن القیّم نے زادُالمعاد میں اور حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ میں نقل کیے ہیں:

"خداوندا، میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین، تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تو نے مجھ پر قابو پالینے کا اِرادہ دے دیا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں۔ مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اُس نور کی جو اندھیرے میں اجالا کرتا اور دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں۔"

حضورؐ کی شانِ رحمۃ للعالمینی

بخاری نے بدءُ الخلق، ذکر الملائکہ میں، مسلم نے مغازی میں اور نسائی نے نُعوت میں حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا "کیا آپ پر اُحد کے معرکے سے بھی زیادہ سخت وقت کوئی آیا ہے؟" آپ نے جواب میں طائف کے واقعہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ "میں غم زدہ حالت میں جدھر منہ اُٹھا چل پڑا (یعنی حیران تھا کہ کدھر جاؤں)۔ ابھی میں نے اپنی اِس حالت سے اِفاقہ بھی نہ پایا تھا کہ یکایک میں نے دیکھا کہ میں قرنُ الثعالِب[1] کے مقام پر ہوں۔ اُوپر نگاہ اُٹھائی تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اُوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر دیکھا کہ اس میں جبریل ہیں۔ انہوں نے پکار کر مجھ سے کہا کہ "اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کہا اور آپ کی دعوت کا جو جواب آپ کو دیا۔ یہ پہاڑوں کا فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اِسے حکم دیں"۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے پکار کر مجھے سلام کیا، اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اللہ نے آپ کی قوم کا قول اور آپ کی دعوت پر اُس کا جواب

[1] اس مقام کو قرنُ المنازل بھی کہتے ہیں۔ یہ اہل نجد کی میقات ہے جہاں سے اُن کو احرام باندھنا ہوتا ہے اور یہ مکہ سے اُونٹ کی سواری پر یک شبانہ روز کی مسافت پر ہے۔

سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ اپنا حکم مجھے دیں (یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ جو حکم آپ چاہیں دیں، اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کو اختیار ہے جو کچھ بھی آپ چاہیں) ۔ اگر آپ چاہیں تو میں اُن پر (یعنی قریش پر) مکہ کے دو طرفہ پہاڑوں (یعنی ابوقُبَیس اور قُعَیقِعان) کو ایک ساتھ ملا کر ڈھانک دوں؟[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا کہ "نہیں، میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ اُن کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے"۔

عَدّاس نصرانی کا قبولِ اسلام

ابن ہشام نے ابن اسحاق کا بیان نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چُور ہو کر عُتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ کی دیوار سے لگ کر انگور کی بیل کے سایے میں بیٹھے ہوئے تھے، تو قریش کے ان دونوں سرداروں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا اور اُن کی رگِ حمیت کو اس پر کچھ جوش آیا۔ یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ بنی جُمَح کی جو عورت طائف کے سرداروں میں سے ایک کے گھر بیاہی تھی وہ بھی حضورؐ سے ملی اور آپ نے اس سے فرمایا کہ "تمہاری سسرال والوں نے یہ کیسا سلوک ہمارے ساتھ کیا"۔ عُتبہ اور شیبہ نے اپنے ایک عیسائی غلام عدّاس کو بلایا اور اس سے کہا کہ "انگوروں کا ایک خوشہ طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جا اور اس سے کہہ کہ اسے کھا لے"۔ اس نے جب طباق لے جا کر آپ کے سامنے رکھا اور آپ سے تناول فرمانے کے لیے کہا تو آپ نے بسم اللہ کہہ کر (ایک روایت میں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر) اُس میں ہاتھ ڈالا۔ عدّاس بولا "خدا کی قسم اس ملک میں تو کوئی یہ کلمہ کہنے والا نہیں ہے"۔ حضورؐ نے پوچھا "تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے"؟ اس نے کہا "میں عیسائی ہوں، نینویٰ کا رہنے والا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "مردِ صالح یونس بن مَتّیٰ کی بستی کے ہو"؟ اس نے پوچھا "آپ اُن کو کیسے جانتے ہیں؟"[2] فرمایا "وہ میرے بھائی

---

[1] قریش پر پہاڑوں کو ڈھانک دینے کے لیے فرشتے نے اس وجہ سے آپ کا اذن طلب کیا کہ طائف میں جو مصیبت آپ پر پیش آئی وہ اُنھی کے ظلم و عناد کے باعث ہی پیش آئی تھی۔ اگر وہ آپ کو حد سے زیادہ تنگ نہ کرتے تو آپ کے طائف تشریف لے جانے کی نوبت ہی کیوں آتی۔

[2] سُہیلی نے التیمی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور کی زبان مبارک سے حضرت یونسؑ کا ذکر سن کر عدّاس نے کہا "خدا کی قسم میں نے جب نینویٰ چھوڑا تھا اس وقت وہاں دس آدمی بھی یہ جاننے والے نہ تھے کہ مَتّیٰ کیا ہے۔ پھر آپ ان کو کیسے جانتے ہیں، حالانکہ آپ اُمّی ہیں اور اُمّی قوم میں پیدا ہوئے ہیں؟

ہیں۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں"۔ یہ سنتے ہی عَدّاس آپ پر جھکا اور آپ کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چومنے لگا۔ سلیمان التّیمی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ عدّاس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ ربیعہ کے بیٹوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا، "لو بھئی تمہارے غلام کو بھی اس شخص نے بگاڑ دیا"۔ عدّاس واپس آیا تو انہوں نے کہا "یہ تجھے کیا ہو گیا کہ اس شخص کا سر اور ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا؟" اس نے جواب دیا "میرے آقا، زمین میں ان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی چیز کی خبر دی جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ انہوں نے کہا "عدّاس اپنے دین سے نہ پھر۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے"۔

جنوں کا قرآن سننا طائف سے واپسی پر آپ چند روز نخلہ کے مقام پر جا کر ٹھیر گئے۔ پریشان تھے کہ اب کیسے مکہ واپس جاؤں۔ طائف میں جو کچھ گزری ہے اس کی خبریں وہاں پہنچ چکی ہوں گی۔ اس کے بعد تو کفار پہلے سے بھی زیادہ دلیر ہو جائیں گے۔ انہی ایام میں ایک روز رات کو آپ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا اُدھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے قرآن سنا، ایمان لائے، واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں، مگر بہت سے جن اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور وہ اسے اپنی جنس میں پھیلا رہے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت حسن بصری، سعید بن جُبَیر، زِرّ بن حُبَیش، مجاہد، عکرمہ اور دوسرے بزرگوں سے جنوں کی آمد کی جو روایات مروی ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ جنوں کی حاضری کا یہ واقعہ بَطنِ نخلہ میں پیش آیا تھا۔ ابن اسحاق، ابونُعیم اصفہانی اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مایوس ہو کر مکہ معظمہ کی طرف واپس ہو رہے تھے۔ راستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا۔ وہاں عشاء یا فجر یا تہجد کی نماز میں آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا اور وہ آپ کی قرأت سننے کے لیے ٹھیر گیا۔ اس کے ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضورؐ کے سامنے نہیں آئے تھے۔ نہ آپ نے ان کی

---

[1] یہ سورۂ احقاف کی آیات ۲۹ تا ۳۲ تھیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی کہ اس وقت جنوں نے آپ سے قرآن سنا اور اس سے کیا اثر لیا۔

آمد کو محسوس فرمایا تھا۔ بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی۔

یہ مقام جہاں یہ واقعہ پیش آیا، یا تو الزَّیمہ تھا یا السَّیل الکَبِیر، کیونکہ یہ دونوں مقام وادیٔ نخلہ میں واقع ہیں، دونوں جگہ پانی اور سرسبزی موجود ہے اور طائف سے آنے والوں کو اگر اس وادی میں پڑاؤ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ انہی دونوں میں سے کسی جگہ ٹھہر سکتے ہیں۔

اس موقع پر جنوں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے قرآن کی جو سورت سنی وہ سورۂ رحمٰن تھی۔ البزّار، ابن جریر، ابن المنذر، دار قطنی (فی الافراد) ابن مردُوْیہ، اور الخطیب (فی التاریخ) نے حضرت عبداللہؓ بن عمر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن خود تلاوت فرمائی، یا آپ کے سامنے یہ سورۃ پڑھی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا "کیا وجہ ہے کہ میں تم سے ویسا اچھا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا جنوں نے اپنے رب کو دیا تھا؟" لوگوں نے عرض کیا وہ کیا جواب تھا؟ آپ نے فرمایا "جب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھتا تو جن اس کے جواب میں کہتے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَۃِ رَبِّنَا نُکَذِّبُ۔ "ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے"۔ اسی سے ملتا جلتا مضمون ترمذی، حاکم اور حافظ ابوبکر بزّار نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے نقل کیا ہے۔ ان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب لوگ سورۂ رحمٰن کو سن کر خاموش رہے تو حضورؐ نے فرمایا "میں نے یہ سورت اس رات جنوں کو سنائی تھی جس میں وہ قرآن سننے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ وہ اس کا جواب تم سے بہتر دے رہے تھے۔ جب میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر پہنچتا تھا کہ اے جن و انس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے تو وہ اس کے جواب میں کہتے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" اے ہمارے پروردگار، ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تعریف تیرے ہی لیے ہے"۔ اگرچہ دوسری روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا کہ جن آپ سے قرآن سن رہے ہیں، بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے (سورۂ احقاف کی آیات ۲۹ - ۳۲ میں) آپ کو یہ خبر دی کہ وہ آپ کی تلاوت سن رہے تھے۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ جس طرح اللہ نے حضورؐ کو جنوں کی سماعتِ قرآن پر مطلع فرمایا تھا اسی طرح اللہ ہی نے آپ کو یہ اطلاع بھی دے دی ہو کہ سورۂ رحمٰن سنتے وقت وہ اس کا کیا جواب دیتے جا رہے تھے۔

واپسی پر مکہ میں حضورؐ کا داخلہ کس طرح ہوا؟ ابن سعد نے واقدی کی روایت نقل کی ہے کہ نخلہ سے جب آپ نے

مکہ تشریف لے جانے کا قصد فرمایا تو حضرت زیدؓ بن حارثہ نے عرض کیا کہ آپ وہاں کیسے داخل ہوں گے جب کہ قریش آپ کو نکال چکے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ "اے زید، جو حالات تم دیکھ رہے ہو اُن سے نکلنے کے لیے اللہ کوئی راستہ پیدا کرے گا۔ وہ اپنے دین کا حامی و ناصر ہے اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے۔" آگے کی بات واقدی نے مختصر کر دی ہے مگر ابن اسحاق نے اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حرا پہنچ کر آپؐ نے عبداللہ بن اُرَیقط کو اَخنس بن شَرِیق کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کو اپنی پناہ میں لے۔ اُس نے کہا میں تو حلیف ہوں[۲] اور حلیف قریش کے اصل قبیلوں کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا۔ پھر آپ نے ابن اُرَیقط کو سُہَیل بن عَمرو کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا بنی عامر بن لُؤَیّ بنی کَعب کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد آپؐ نے اُس کو مُطعِم بن عَدِی کے پاس بھیجا جو بنی عبدِ مَناف کی شاخ بنی نَوفل میں سے تھا۔ اُریقط نے اس سے جا کر کہا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے کہتے ہیں کہ کیا تم مجھے پناہ دینے کے لیے تیار ہو تا کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچا سکوں؟" اس نے جواب دیا ہاں، وہ مکہ میں آ جائیں۔ چنانچہ حضورؐ شہر میں تشریف لے گئے اور رات اس کے ہاں رہے۔ صبح ہوئی تو مطعم اور اس کے چھ سات بیٹے مسلح ہو کر آپ کو اپنے ساتھ حرم میں لے گئے اور کہا کہ آپ طواف کریں۔ طواف کے دوران میں وہ سب آپ کی حفاظت کے لیے کھڑے رہے۔ ابوسُفیان نے (طبَری کی روایت میں یہ ہے کہ ابوجہل نے) پوچھا "پناہ دینے والے ہو یا اِن کی پیروی اختیار کر لی ہے؟" مطعم نے کہا، "نہیں بلکہ پناہ دینے والا ہوں۔" اس نے کہا "تمہاری پناہ کو نہیں توڑا جا سکتا، جسے تم نے پناہ دی اُسے ہم نے پناہ دی۔"

مطعم بن عدی کا یہی احسان تھا جس کی بنا پر حضورؐ نے جنگِ بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا کہ لو کان

---

[۱] یہ شخص اگرچہ مشرک تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اس کو قابلِ اعتماد آدمی سمجھتے تھے۔ اسی لیے مدینے کی طرف ہجرت کے انتہائی خطرناک موقع پر بھی آپ نے راستہ بتانے کے لیے اُسی کو ساتھ لیا تھا، اور اس نے پوری وفاداری کے ساتھ آپ کی یہ خدمت انجام دی تھی، حالانکہ قریش کو آپ کے سفر اور راستہ کی خبر دے کر وہ بھاری انعام وصول کر سکتا تھا۔

[۲] یہ شخص دراصل بنی ثَقیف میں سے تھا، لیکن مکہ میں بنی زُہرہ (حضورؐ کی ننہیال) کے ساتھ اس کے حلیفانہ تعلقات تھے، اور اس کی قابلیت کی وجہ سے بنی زہرہ میں اس کو سرداری کا مقام حاصل تھا۔